

إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴿١﴾ فَمَنْ خَافَ مِنْ مُوْصِ جَنَفًا أَوْ اثْمًا
 فَاصْلَحْ بَيْنَهُمْ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ ﴿٢﴾ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿٣﴾
 يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى
 الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ﴿٤﴾ أَيَّامًا مَعْدُودَاتٍ فَمَنْ
 كَانَ مِنْكُمْ مَرِيضًا أَوْ عَلَى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِنْ أَيَّامٍ أُخْرَى وَعَلَى
 الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ فِدْيَةٌ طَعَامٌ مِسْكِينٌ ﴿٥﴾ فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا
 فَهُوَ خَيْرٌ لَهُ وَأَنْ تَصُومُوا خَيْرٌ لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿٦﴾

اللہ سب کچھ سنتا اور جانتا ہے۔ البتہ جس کو یہ اندیشہ ہو کہ وصیت کرنے والے نے نادانستہ یاقصد حق تلفی کی ہے، اور پھر معااملے سے تعلق رکھنے والوں کے درمیان وہ اصلاح کرے، تو اس پر کچھ گناہ نہیں ہے، اللہ بنخشنے والا اور حرم فرمانے والا ہے اے لوگو جو ایمان لائے ہو، تم پر روزے فرض کر دیے گئے، جس طرح تم سے پہلے انبیاء کے پیروں پر فرض کیے گئے تھے۔ اس سے توقع ہے کہ تم میں تقویٰ کی صفت پیدا ہو گی۔ [۱۸۳] چند مقرر دنوں کے روزے ہیں۔ اگر تم میں سے کوئی بیمار ہو، یا سفر پر ہو تو دوسرے دنوں میں اتنی ہی تعداد پوری کر لے۔ اور جو لوگ روزہ رکھنے کی قدرت رکھتے ہوں (پھر نہ رکھیں) تو وہ فدیہ دیں۔ ایک روزے کا فدیہ ایک مسکین کو کھانا کھلانا ہے، اور جو اپنی خوشی سے کچھ زیادہ بھلا کرے، تو یہ اسی کے لیے بہتر ہے۔ لیکن اگر تم سمجھو، تو تمہارے حق میں اچھا یہی ہے کہ روزہ رکھو۔ [۱۸۴]

متقی لوگوں پر عائد ہوتا ہے۔ اگر اس حق کو ادا کرنا شروع کر دیا جائے، تو بہت سے وہ سوالات خود ہی حل ہو جائیں، جو میراث کے بارے میں لوگوں کو الجھن میں ڈالتے ہیں۔ مثلاً ان پوتوں اور نواسوں کا معاملہ جن کے ماں باپ دادا اور نانا کی زندگی میں مر جاتے ہیں۔ [۱۸۵] اسلام کے اکثر احکام کی طرح روزے کی فرضیت بھی بذریعہ عائد کی گئی ہے۔ نبی ﷺ نے ابتداء میں مسلمانوں کو صرف ہر مہینے تین دن کے روزے رکھنے کی بہایت فرمائی تھی، مگر یہ روزے فرض نہ تھے۔ پھر ۲ ہجری میں رمضان کے روزوں کا یہ حکم قرآن میں نازل ہوا، مگر اس میں اتنی رعایت رکھی گئی کہ جو لوگ روزے کو برداشت کرنے کی طاقت رکھتے ہوں اور پھر بھی روزہ نہ رکھیں، وہ ہر روزے کے بد لے ایک مسکین کو کھانا کھلادیا کریں۔ بعد میں دوسرا حکم نازل ہوا اور یہ عام رعایت منسوخ کر دی گئی۔ لیکن مریض اور مسافر اور حاملہ یادو دھپلانے والی عورت اور ایسے بڑھے لوگوں کے لیے، جن میں روزے کی طاقت نہ ہو، اس رعایت کو بدستور باقی رہنے دیا گیا اور انہیں حکم دیا گیا کہ بعد میں جب عذر باتی نہ رہے تو قضا کے اتنے روزے رکھ لیں جتنے رمضان میں ان سے چھوٹ گئے ہیں۔

[۱۸۳] یعنی ایک سے زیادہ آدمیوں کو کھانا کھلانے، یا یہ کہ روزہ بھی رکھے اور مسکین کو کھانا بھی کھلانے۔

[۱۸۴] یہاں تک وہ ابتدائی حکم ہے، جو رمضان کے روزوں کے متعلق ۲ ہجری میں جنگ بدر سے پہلے نازل ہوا تھا۔ اس کے بعد کی آیات اس کے ایک سال بعد نازل ہوئیں اور مناسبت مضمون کی وجہ سے اسی سلسلہ بیان میں شامل کر دی گئیں۔

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنْزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ هُدًى لِّلْكَافِرِ
وَبَيِّنَاتٍ مِّنَ الْهُدَى وَالْفُرْقَانِ ۚ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ
فَلِيَصُمِّهُ ۖ وَمَنْ كَانَ مَرِيضًا أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ آيَاتٍ
أُخْرَىٰ ۗ يُرِيدُ اللَّهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ ۗ وَلِتُكْمِلُوا

رمضان وہ مہینہ ہے، جس میں قرآن نازل کیا گیا، جو انسانوں کے لیے سراسر ہدایت ہے اور ایسی واضح تعلیمات پر مشتمل ہے، جو راہ راست دکھانے والی اور حق و باطل کا فرق کھول کر رکھ دینے والی ہیں۔ لہذا اب سے جو شخص اس مہینے کو پائے، اس کو لازم ہے کہ اس پورے مہینے کے روزے رکھے۔ اور جو کوئی مریض ہو یا سفر پر ہو، تو وہ دوسرے دنوں میں روزوں کی تعداد پوری کرے۔ [۱۸۶] اللہ تمہارے ساتھ نرمی کرنا چاہتا ہے، سختی کرنا نہیں چاہتا۔ اس لیے یہ طریقہ تمہیں بتایا جا رہا ہے تاکہ تم روزوں کی تعداد پوری کر سکو اور

[۱۸۶] سفر کی حالت میں روزہ رکھنا یا نہ رکھنا آدمی کے اختیار تیزی پر چھوڑ دیا گیا ہے۔ نبی ﷺ کے ساتھ جو صحابہ سفر میں جایا کرتے تھے، ان میں سے کوئی روزہ رکھتا تھا اور کوئی نہ رکھتا تھا اور دونوں گروہوں میں سے کوئی دوسرے پر اعتراض نہ کرتا تھا۔ خود آں حضرتؐ بھی کبھی سفر میں روزہ رکھتے تھے اور کبھی نہیں رکھتے تھے۔ ایک سفر کے موقعے پر ایک شخص بدحال ہو کر گر گیا اور اس کے گرد لوگ جمع ہو گئے۔ نبی ﷺ نے یہ حال دیکھ کر دریافت فرمایا: کیا معاملہ ہے؟ عرض کیا گیا روزے سے ہے۔ فرمایا: یہ نیکی نہیں ہے۔ جنگ کے موقعے پر تو آپ حکما روزے سے روک دیا کرتے تھے تاکہ دشمن سے لڑنے میں کمزوری لا جتنی نہ ہو۔ حضرت عمرؓ کی روایت ہے کہ ہم نبی ﷺ کے ساتھ دو مرتبہ رمضان میں جنگ پر گئے۔ پہلی مرتبہ جنگ بدر میں اور آخری مرتبہ فتح مکہ کے موقعے پر، اور دونوں مرتبہ ہم نے روزے چھوڑ دیے۔

عام سفر کے معاملے میں یہ بات کہ کتنی مسافت کے سفر پر روزہ چھوڑا جاسکتا ہے، حضورؐ کسی ارشاد سے واضح نہیں ہوتی اور صحابہؓ کرام کا عمل اس باب میں مختلف ہے۔ صحیح یہ ہے کہ جس مسافت پر عرف عام میں سفر کا اطلاق ہوتا ہے اور جس میں مسافرانہ حالت انسان پر طاری ہوتی ہے، وہ افطار کے لیے کافی ہے۔

یہ امر متفق علیہ ہے کہ جس روز آدمی سفر کی ابتداء کر رہا ہو، اس دن کا روزہ افطار کر لینے کا اسے اختیار ہے۔ چاہے تو گھر سے کھانا کھا کر چلے، اور چاہے تو گھر سے نکلتے ہی کھالے۔ دونوں عمل صحابہ سے ثابت ہیں۔

یہ امر کہ اگر کسی شہر پر دشمن کا حملہ ہو، تو کیا لوگ مقیم ہونے کے باوجود جہاد کی خاطر روزہ چھوڑ سکتے ہیں، علماء کے درمیان مختلف فیہ ہے۔

الْعِدَّةَ وَلِتُكِرِّرُوا اللَّهَ عَلَىٰ مَا هَذِهِ لَكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ^{۱۸۵}
 وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي قَاتِلٌ قَرِيبٌ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ
 إِذَا دَعَانِ لَا فَلِيَسْتَجِيبُوا لِي وَلَيُؤْمِنُوا بِي لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ^{۱۸۶}

جس ہدایت سے اللہ نے تمہیں سرفراز کیا ہے، اس پر اللہ کی کبریائی کا اظہار و اعتراف کرو اور شکرگزار بنو۔^[۱۸۷]

اور اے نبی، میرے بندے اگر تم سے میرے متعلق پوچھیں، تو انھیں بتا دو کہ میں ان سے قریب ہی ہوں۔

پکارنے والا جب مجھے پکارتا ہے، میں اس کی پکار سنتا اور جواب دیتا ہوں۔ لہذا انھیں چاہیے کہ میری دعوت پر بلیک کہیں

اور مجھ پر ایمان لا کیں۔^[۱۸۸] (یہ بات تم انھیں سنادو) شاید کہ وہ راہ راست پالیں۔^[۱۸۹]

[۱۸۷] یعنی لوگ رمضان میں کسی عذر شرعی کی بنا پر روزے نہ رکھ سکیں، ان کے لیے اللہ نے دوسرا دنوں میں اس کی قضا کر لینے کا راستہ بھی کھول دیا ہے تاکہ قرآن کی جو نعمت اس نے تم کو دی ہے، اس کا شکر ادا کرنے کے قیمتی موقع سے تم محروم نہ رہ جاؤ۔
 یہاں یہ بات بھی سمجھ لئی چاہیے کہ رمضان کے روزوں کو صرف عبادت اور صرف تقوی کی تربیت ہی نہیں قرار دیا گیا ہے، بلکہ انھیں مزید برالاں اس عظیم الشان نعمت ہدایت پر اللہ تعالیٰ کا شکر یہ بھی ٹھیک رکھا گیا ہے، جو قرآن کی شکل میں اس نے ہمیں عطا فرمائی ہے۔
 حقیقت یہ ہے کہ ایک داشمن دنہ انسان کے لیے کسی نعمت کی شکرگزاری کی بہترین صورت اگر ہو سکتی ہے، تو وہ صرف یہی ہے کہ وہ اپنے آپ کو اس مقصد کی تکمیل کے لیے زیادہ سے زیادہ تیار کرے، جس کے لیے عطا کرنے والے نے وہ نعمت عطا کی ہو۔ قرآن ہم کو اس لیے عطا فرمایا گیا ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کی رضا کا راستہ جان کر خود اس پر چلیں اور دنیا کو اس پر چلا میں۔ اس مقصد کے لیے ہم کو تیار کرنے کا بہترین ذریعہ روزہ ہے۔ لہذا نزول قرآن کے مبنی میں ہماری روزہ داری صرف عبادت ہی نہیں ہے، اور صرف اخلاقی تربیت بھی نہیں ہے، بلکہ اس کے ساتھ خود اس نعمت قرآن کی بھی صحیح اور موزوں شکرگزاری ہے۔

[۱۸۸] یعنی اگرچہ تم مجھے دیکھ نہیں سکتے اور نہ اپنے حواس سے مجھ کو محسوس کر سکتے ہو، پھر بھی میں اپنے ہر بندے سے اتنا قریب ہوں کہ جب وہ چاہے، مجھ سے عرض معرض کر سکتا ہے {اور اپنی معروضات کا جواب پاسکتا ہے}۔ جن بے حقیقت اور بے اختیار ہستیوں کو تم نے اپنی نادانی سے الہ اور رب قرار دے رکھا ہے، ان کے پاس تو تمہیں دوڑ دوڑ کر جانا پڑتا ہے اور پھر بھی وہ تمہاری شناوی نہیں کر سکتے۔ مگر میں کائنات بے پایاں کافر مار روانے مطلق، تمام اختیارات اور تمام طاقتیں کاملاً کم، تم سے اتنا قریب ہوں کہ تم خود بغیر کسی واسطے اور وسیلے اور سفارش کے برآہ راست ہر وقت اور ہر جگہ مجھ تک اپنی عرضیاں پہنچا سکتے ہو۔ لہذا تم اپنی اس نادانی کو چھوڑ دو کہ ایک ایک بے اختیار بناوٹی خدا کے درپر مارے مارے پھرتے ہو۔ میں جو دعوت تمہیں دے رہا ہوں، اس پر بلیک کہہ کر میرا دامن پکڑ لو۔

[۱۸۹] یعنی تمہارے ذریعے سے یہ حقیقت حال معلوم کر کے ان کی آنکھیں کھل جائیں اور وہ اس صحیح رویے کی طرف آجائیں، جس میں ان کی اپنی ہی بھلانی ہے۔

**أُحَلٌ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ إِلَى نِسَاءِكُمْ هُنَّ لِبَاسٌ
لَكُمْ وَأَنْتُمْ لِبَاسٌ لَهُنَّ طَعْلَمَ اللَّهُ أَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَخْتَانُونَ
أَنفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَعَفَا عَنْكُمْ فَإِنَّمَا بَاشِرُوهُنَّ
وَابْتَغُوا مَا كَتَبَ اللَّهُ لَكُمْ وَلَمْ يُؤْمِنُوا وَأَشْرَبُوا حَلَّيٍ يَتَبَيَّنَ
لَكُمُ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ**

تمہارے لیے روزوں کے زمانے میں راتوں کو اپنی بیویوں کے پاس جانا حلال کر دیا گیا ہے۔ وہ تمہارے لیے لباس ہیں اور تم ان کے لیے لباس ہوں^[۱۹۰]۔ اللہ کو معلوم ہو گیا کہ تم لوگ چکے چکے اپنے آپ سے خیانت کر رہے تھے، مگر اس نے تمہارا قصور معاف کر دیا اور تم سے درگز رفرما�ا۔ اب تم اپنی بیویوں کے ساتھ شب باشی کرو اور جو لطف اللہ نے تمہارے لیے جائز کر دیا ہے، اسے حاصل کرو۔ نیز راتوں کو کھاؤ پیو^[۱۹۱] یہاں تک کہ تم کو سیاہی شب کی دھاری سے پیدا صبح کی دھاری نمایاں نظر آجائے^[۱۹۲]۔

[۱۹۰] یعنی جس طرح لباس اور جسم کے درمیان کوئی پردہ نہیں رہ سکتا، بلکہ دونوں کا باہمی تعلق و اتصال بالکل غیر منفك ہوتا ہے، اسی طرح تمہارا اور تمہاری بیویوں کا تعلق بھی ہے۔

[۱۹۱] ابتداء میں اگرچہ اس قسم کا کوئی صاف حکم موجود نہ تھا کہ رمضان کی راتوں میں کوئی شخص اپنی بیوی سے مباشرت نہ کرے، لیکن لوگ اپنی جگہ بھی سمجھتے تھے کہ ایسا کرنا جائز نہیں ہے۔ پھر اس کے ناجائز یا مکروہ ہونے کا خیال دل میں لیے ہوئے سا اوقات اپنی بیویوں کے پاس چلے جاتے تھے۔ یہ گویا اپنے ضمیر کے ساتھ خیانت کا ارتکاب تھا اور اس سے اندیشہ تھا کہ ایک مجرمانہ اور گناہ گارانہ ذہنیت ان کے اندر پرورش پاتی رہے گی۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے پہلے اس خیانت پر تنبیہ فرمائی اور پھر ارشاد فرمایا کہ یہ غلط تمہارے لیے جائز ہے۔ لہذا اب اسے برافضل سمجھتے ہوئے نہ کرو، بلکہ اللہ کی اجازت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے قلب و ضمیر کی پوری طہارت کے ساتھ کرو۔

[۱۹۲] اس بارے میں بھی لوگ ابتداء غلط فہمی میں تھے۔ کسی کا خیال تھا کہ عشاء کی نماز پڑھنے کے بعد سے کھانا پینا حرام ہو جاتا ہے اور کوئی یہ سمجھتا تھا کہ رات کو جب تک آدمی جاگ رہا ہو، کھاپی سکتا ہے۔ جہاں سو گیا، پھر دوبارہ اٹھ کر وہ کچھ نہیں کھا سکتا۔ اس آیت میں انہی غلط فہمیوں کو رفع کیا گیا ہے۔ اس میں روزے کی حد طلوع فجر سے لے کر غروب آفتاب تک مقرر کردی گئی اور غروب آفتاب سے طلوع فجر تک رات بھر کھانے پینے اور مباشرت کرنے کے لیے آزادی دے دی گئی۔

[۱۹۳] اسلام نے اپنی عبادات کے لیے اوقات کا وہ معیار مقرر کیا ہے جس سے دنیا میں ہر وقت ہر مرتبہ تمدن کے لوگ ہر جگہ اوقات کی تعین کر سکیں۔ وہ گھریلوں کے لحاظ سے وقت مقرر کرنے کے بجائے ان آثار کے لحاظ سے وقت مقرر کرتا ہے جو آفاق میں نمایاں نظر آتے ہیں۔ مگر نادان لوگ اس طریق توقیت پر عموماً یہ اعتراض کرتے ہیں کہ قطبین کے قریب، جہاں رات اور دن کئی کمیں ہوں کے ہوتے ہیں، اوقات کی تعین کیسے چل سکے گی۔ حالانکہ یہ اعتراض دراصل علم جغرافیہ کی سرسری واقفیت کا نتیجہ ہے۔ حقیقت میں نہ وہاں چھ مہینوں کی رات اس معنی میں ہوتی ہے اور نہ چھ مہینوں کا دن، جس معنی میں ہم خط استوا کے آس پاس رہنے والے لوگ دن اور

ثُمَّ أَتِمُوا الصِّيَامَ إِلَى الْيَلِيلِ ۝ وَلَا تُبَاشِرُوهُنَّ وَأَنْتُمْ
عَكِفُونَ لِفِي الْمَسَاجِدِ ۝ تِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ فَلَا تَقْرَبُوهَا ۝
كَذَلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ أَيْتَهُ لِلَّتَّا سِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ ۝

تب یہ سب کام چھوڑ کر رات تک اپنا روزہ پورا کرو۔ [۱۹۳] اور جب تم مسجدوں میں معتمل ہو، تو یو یوں سے مباشرت نہ کرو۔ [۱۹۴] یہ اللہ کی باندھی ہوئی حدیس ہیں، ان کے قریب نہ پھٹکنا۔ [۱۹۵] اس طرح اللہ اپنے احکام لوگوں کے لیے بصراحت بیان کرتا ہے، توقع ہے کہ وہ غلط رویے سے بچیں گے۔

رات کے لفظ بولتے ہیں۔ خواہ رات کا دور ہو یادن کا بہر حال صبح و شام کے آثار وہاں پوری باقاعدگی کے ساتھ افق پر نمایاں ہوتے ہیں اور انہی کے لحاظ سے وہاں کے لوگ ہماری طرح اپنے سونے جانے اور کام کرنے اور تفریح کرنے کے اوقات مقرر کرتے ہیں۔ {لہذا کوئی وجب نہیں کہ یہ آثار نماز اور سحر و افطار کے معاملے میں بھی تعین اوقات کا کام نہ دے سکیں}

[۱۹۳] رات تک روزہ پورا کرنے سے مراد یہ ہے کہ جہاں رات کی سرحد شروع ہوتی ہے، وہیں تمہارے روزے کی سرحد ختم ہو جائے۔ اور ظاہر ہے کہ رات کی سرحد غروب آفتاب سے شروع ہوتی ہے۔ لہذا غروب آفتاب ہی کے ساتھ افطار کر لیتا جائیے۔ سحر اور افطار کی صحیح علامت یہ ہے کہ جب رات کے آخری حصے میں افق کے مشرقی کنارے پر سفیدہ صبح کی باریک سی دھاری نمودار ہو کر اور پر بڑھنے لگے، تو سحر کا وقت ختم ہو جاتا ہے اور جب دن کے آخری حصے میں مشرق کی جانب سے رات کی سیاہی بلند ہوتی نظر آئے تو افطار کا وقت آ جاتا ہے۔

[۱۹۴] معتمل ہونے کا مطلب یہ ہے کہ آدمی رمضان کے آخری دن مسجد میں رہے اور یہ دن اللہ کے ذکر کے لیے مختص کر دے۔ اس اعتکاف کی حالت میں آدمی اپنی انسانی حاجات کے لیے مسجد سے باہر جاسکتا ہے، مگر لازم ہے کہ وہ اپنے آپ کو شہوانی لذتوں سے روکے رکھے۔

[۱۹۵] یہ نہیں فرمایا کہ ان حدود سے تجاوز نہ کرنا، بلکہ یہ فرمایا کہ ان کے قریب نہ پھٹکنا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جس مقام سے معصیت کی حد شروع ہوتی ہے، عین اسی مقام کے آخری کناروں پر گھومتے رہنا آدمی کے لیے خطرناک ہے۔ سلامتی اس میں ہے کہ آدمی سرحد سے دور ہی رہے تاکہ بھولے سے بھی قدم اس کے پارنے چلا جائے۔ یہی مضمون اس حدیث میں بیان ہوا ہے، جس میں نبی ﷺ نے فرمایا کہ لکل ملک حمی و ان حمی اللہ محارمه۔ فمن رتع حول الحمى، يوشك ان يقع فيه عربی زبان میں جملی اس چراگاہ کو کہتے ہیں، جسے کوئی ریس یا بادشاہ پیک کے لیے منوع کر دیتا ہے۔ اس استعمال کو استعمال کرتے ہوئے حضور فرماتے ہیں کہ ”ہر بادشاہ کی ایک حمی ہوتی ہے اور اللہ کی حمی اس کی وہ حدیں ہیں، جن سے اس نے حلال و حرام اور طاعت و معصیت کا فرق قائم کیا ہے۔ جو جانور حمی کے گرد ہی چرتا ہے گا، ہو سکتا ہے کہ ایک روز وہ حمی کے اندر داخل ہو جائے۔“

وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوْا بِهَا
إِلَى الْحُكَّامِ لِتَأْكُلُوا فِي يُقَاتِ مِنْ أَمْوَالِ النَّاسِ
بِالْإِثْمِ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿۱۸﴾ يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْأَهْلَةِ طَعْنَ
فُلْ هِيَ مَوَاقِيْتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجَّ وَلَيْسَ الْبَرْ بِأَنْ
تَأْتُوا بِالْبُيُوتَ مِنْ ظُهُورِهَا وَلِكُنَّ الْبَرُّ مِنْ أَنْقَعَ

اور تم لوگ نہ تو آپس میں ایک دوسرا کے مال ناروا طریقے سے کھاؤ اور نہ حاکموں کے آگے ان کو اس غرض کے لیے پیش کرو کہ تمہیں دوسروں کے مال کا کوئی حصہ قصد آٹالمانہ طریقے سے کھانے کا موقع مل جائے۔^[۱۹۷] اے نبی، لوگ تم سے چاند کی گھنٹی بڑھتی صورتوں کے متعلق پوچھتے ہیں۔ کہو: یہ لوگوں کے لیے تاریخوں کی تعین کی اور حج کی علامتیں ہیں۔^[۱۹۸] نیزان سے کہو: یہ کوئی نیکی کا کام نہیں ہے کہ تم اپنے گھروں میں پیچھے کی طرف سے داخل ہوتے ہو۔ نیکی تواصل میں یہ ہے کہ آدمی اللہ کی ناراضی سے بچے۔

[۱۹۷] اس آیت کا ایک مفہوم تو یہ ہے کہ حاکموں کو رشوٹ دے کر ناجائز فائدے اٹھانے کی کوشش نہ کرو۔ اور دوسرا مفہوم یہ ہے کہ جب تم خود جانتے ہو کہ مال دوسرے شخص کا ہے، تو محض اس لیے کہ اس کے پاس اپنی ملکیت کا کوئی ثبوت نہیں ہے یا اس بنا پر کہ کسی انج پیچ سے تم اس کو کھا سکتے ہو، اس کا مقدمہ عدالت میں نہ لے جاؤ۔ ہو سکتا ہے کہ حاکم عدالت رو داد مقدمہ کے لحاظ سے وہ مال تم کو دلوادے۔ مگر عدالت سے اس کی ملکیت کا حق حاصل کر لینے کے باوجود حقیقت میں تم اس کے جائز مالک نہیں جاؤ گے۔ حدیث میں آتا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: میں بہر حال ایک انسان ہی تو ہوں۔ ہو سکتا ہے کہ تم ایک مقدمہ میرے پاس لاؤ اور تم میں سے ایک فریق دوسرے کی بہ نسبت زیادہ چرب زبان ہو اور اس کے دلائل سن کر میں اس کے حق میں فیصلہ کر دوں۔ مگر یہ سمجھ لو کہ اگر اس طرح اپنے کسی بھائی کے حق میں سے کوئی چیز تم نے میرے فیصلہ کے ذریعے سے حاصل کی، تو دراصل تم دوزخ کا ایک ٹکڑا حاصل کرو گے۔

[۱۹۸] چاند کا گھننا بڑھنا ایک ایسا منظر ہے، جس نے ہر زمانے میں انسان کی توجہ کو اپنی طرف کھینچا ہے اور اس کے متعلق طرح طرح کے اوہام و تخيلات اور رسوم دنیا کی قوموں میں رائج رہے ہیں اور اب تک رائج ہیں۔ اہل عرب میں بھی اس قسم کے {تخیلات اور توہم پرستانہ رسمیں} رائج تھیں۔ انہی چیزوں کی حقیقت نبی ﷺ سے دریافت کی گئی۔ جواب میں اللہ تعالیٰ نے بتایا کہ یہ گھنٹا بڑھتا چاند تمہارے لیے اس کے سوا کچھ نہیں کہ ایک قدرتی جنتی ہے، جو آسمان پر نمودار ہو کر دنیا بھر کے لوگوں کو بیک وقت ان کی تاریخوں کا حساب بتاتی رہتی ہے۔ حج کا ذکر خاص طور پر اس لیے فرمایا کہ عرب کی مذہبی، تہذیبی اور معاشی زندگی میں اس کی اہمیت سب سے بڑھ کر تھی۔ سال کے چار مہینے حج اور عمرے سے وابستہ تھے۔ ان مہینوں میں لا ایساں بذریعتیں، راستے محفوظ ہوتے اور امن کی وجہ سے کاروبار فروع پاتے تھے۔

وَأُتُوا الْبُيُوتَ مِنْ أَبُوابِهَا صَ وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ
تُفْلِحُونَ ۚ وَقَاتَلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَكُمْ
وَلَا تَعْتَدُوا طَ اِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ ۚ
وَاقْتُلُوهُمْ حَيْثُ ثَقِفتُمُوهُمْ وَآخِرُ جُوْهُمْ مِنْ
حَيْثُ آخِرُ جُوْهُمْ وَالْفِتْنَةُ أَشَدُّ مِنَ القَتْلِ ۝ وَلَا

[۱۹۹] لہذا تم اپنے گھروں میں دروازے ہی سے آیا کرو۔ البتہ اللہ سے ڈرتے رہو۔ شاید کہ تمہیں فلاج نصیب ہو جائے۔ اور تم اللہ کی راہ میں ان لوگوں سے لڑو، جو تم سے لڑتے ہیں، [۲۰۰] مگر زیادتی نہ کرو کہ اللہ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ ان سے لڑو جہاں بھی تمہارا ان سے مقابلہ پیش آئے اور انھیں نکالو جہاں سے انھوں نے تم کو نکالا ہے، اس لیے کہ قتل اگرچہ برائے، مگر فتنہ اس سے بھی زیادہ برائے۔

[۲۰۱] [۱۹۹] مجملہ ان توہم پرستانہ رسماں کے، جو عرب میں راجح تھیں، ایک یہ بھی تھی کہ جب حج کے لیے احرام باندھ لیتے تو اپنے گھروں میں دروازے سے داخل نہ ہوتے تھے، بلکہ پیچھے سے دیوار کو دکر یاد یا وار میں کھڑکی سی بنا کر داخل ہوتے تھے۔ نیز سفر سے واپس آ کر بھی گھروں میں پیچھے سے داخل ہوا کرتے تھے۔ اس آیت میں نہ صرف اس رسم کی تردید کی گئی ہے، بلکہ تمام اوہام پر پوچھ کر ضرب لگائی گئی ہے کہ نیکی دراصل اللہ سے ڈرنے اور اس کے احکام کی خلاف ورزی سے بچنے کا نام ہے۔ ان بے معنی رسماں کو نیکی سے کوئی واسطہ نہیں، جو شخص باب دادا کی اندھی تقليد میں برتبی جا رہی ہیں۔

[۲۰۰] [۲۰۰] یعنی جو لوگ خدا کے کام میں تمہارا راستہ روکتے ہیں، اور اس بنابر تھہارے دشمن بن گئے ہیں کہ تم خدا کی ہدایت کے مطابق نظام زندگی کی اصلاح کرنا چاہتے ہو، اور اس اصلاحی کام کی مزاحمت میں جزو ظلم کی طاقتیں استعمال کر رہے ہیں، ان سے جنگ کرو۔ اس سے پہلے جب تک مسلمان کمزور اور منتشر تھے، ان کو صرف تبلیغ کا حکم تھا اور خلافین کے ظلم و ستم پر صبر کرنے کی ہدایت کی جاتی تھی۔ اب مدینے میں ان کی چھوٹی سی شہری ریاست بن جانے کے بعد پہلی مرتبہ حکم دیا جا رہا ہے کہ جو لوگ اس دعوت اصلاح کی راہ میں مسلح مزاحمت کرتے ہیں، ان کو کو اراکا جواب تکوار سے دو۔ اس کے بعد ہی جنگ بدر پیش آئی اور لڑائیوں کا سلسہ شروع ہو گیا۔

[۲۰۱] یعنی تمہاری جنگ نہ تو اپنی مادی اغراض کے لیے ہو، نہ ان لوگوں پر ہاتھ اٹھاؤ، جو دین حق کی راہ میں مزاحمت نہیں کرتے، اور نہ لڑائی میں جاہلیت کے طریقے استعمال کرو۔ عورتوں اور بچوں اور بڑھوں اور زخمیوں پر دست درازی کرنا، دشمن کے مقتولوں کا مشل کرنا، کھیتوں اور مویشیوں کو خواہ مخواہ بر باد کرنا اور دوسرا تمام وحشیانہ اور ظالمانہ افعال ”حد سے گزرنے“ کی تعریف میں آتے ہیں اور حدیث میں ان سب کی ممانعت وارد ہے۔ آیت کا فناشیا ہے کہ قوت کا استعمال وہیں کیا جائے، جہاں وہ ناگزیر ہو، اور اسی حد تک کیا جائے، جتنی اس کی ضرورت ہو۔

[۲۰۲] [۲۰۲] یہاں فتنے کا لفظ اسی معنی میں استعمال ہوا ہے، جس میں انگریزی کا لفظ (Persecution) استعمال ہوتا ہے، یعنی کسی گروہ یا شخص کو محض اس بنا پر ظلم و ستم کا شانہ بنانا کہ اس نے راجح الوقت خیالات و نظریات کی جگہ پچھ دوسرے خیالات و نظریات کو حق پا کر قبول کر لیا ہے اور وہ تقيید و تبلیغ کے ذریعے سے سماں کے موجود الوقت نظام میں اصلاح کی کوشش کرتا ہے۔ آیت کا فناشیا ہے کہ بلاشبہ انسانی خون بہانا بہت برافعل ہے، لیکن جب کوئی انسانی گروہ زبردستی اپنا فکری استبداد و دوسروں پر مسلط کرے اور لوگوں کو قبول حق سے

تُقْتَلُوْهُمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ حَتّٰىٰ يُقْتَلُوْكُمْ
فِيهٗ ۝ فَإِنْ قُتَلُوْكُمْ فَاقْتُلُوْهُمْ ۝ كَذٰلِكَ جَزَاءُ
الْكٰفِرِيْنَ ۝ فَإِنْ انتَهَوْا فَإِنَّ اللٰهَ عَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝
وَقْتَلُوْهُمْ حَتّٰىٰ لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَّيَكُونَ الدِّيْنُ
لِلٰهِ ۝ فَإِنْ انتَهَوْا فَلَا عُذْوَانَ إِلَّا عَلَى الظُّلْمِيْنَ ۝

اور مسجد حرام کے قریب جب تک وہ تم سے نہ لڑیں، تم بھی نہ لڑو، مگر جب وہ وہاں لڑنے سے نہ چوکیں، تو تم بھی بے تکلف انھیں مارو کہ ایسے کافروں کی یہی سزا ہے۔ پھر اگر وہ بازا آ جائیں، تو جان لو کہ اللہ معاف کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔^[۲۰۳] تم ان سے لڑتے رہو یہاں تک کہ فتنہ باقی نہ رہے اور دین اللہ کے لیے ہو جائے۔^[۲۰۴] پھر اگر وہ بازا آ جائیں، تو سمجھو کوہ ظالموں کے سوا اور کسی پر درست درازی روانہ نہیں۔^[۲۰۵]

[۲۰۳] یعنی تم جس خدا پر ایمان لائے ہو، اس کی صفت یہ ہے کہ بدتر سے بدتر مجرم اور گناہ گار کو بھی معاف کر دیتا ہے، جب کہ وہ اپنی بغایانہ روشن سے باز آ جائے۔ یہی صفت تم اپنے اندر بھی پیدا کرو۔ جب تک کوئی گروہ را خدا میں مراحم رہے، اسی وقت تک اس سے تمہاری لڑائی بھی رہے، اور جب وہ اپناروہ یہ چھوڑ دے، تو تمہارا ہاتھ بھی پھر اس پر نہ اٹھے۔

[۲۰۳] یہاں ”فتنه“ سے مراد وہ حالت ہے جس میں دین اللہ کے بجائے کسی اور کے لیے ہو، اور لڑائی کا مقصد یہ ہے کہ یہ فتنہ ختم ہو جائے اور دین صرف اللہ کے لیے ہو۔ عربی زبان میں دین کے معنی ”اطاعت“ کے ہیں اور اصطلاحاً اس سے مراد وہ نظام زندگی ہے جو کسی کو بالاتر مان کر اس کے احکام و قوانین کی پیروی میں اختیار کیا جائے۔ پس سوسائٹی کی وہ حالت، جس میں بندوں پر بندوں کی مخدالی و فرمان روائی قائم ہو، اور جس میں اللہ کے قانون کے مطابق زندگی بسر کرنا ممکن نہ رہے، فتنے کی حالت ہے، اور اسلامی جنگ کا محظوظ ہے کہ اس فتنے کی جگہ ایسی حالت قائم ہو، جس میں بندے صرف قانون الٰہی کے مطیع بن کر رہیں۔

[۲۰۵] باز آجانے سے مراد کافروں کا اپنے کفر و شرک سے باز آ جانا نہیں، بلکہ فتنے سے باز آ جانا ہے۔ کافر، مشرک، دہریے، ہر ایک کو اختیار ہے کہ اپنا جو عقیدہ رکھتا ہے، رکھے اور جس کی چاہے عبادت کرے یا کسی کی نہ کرے۔ لیکن اسے یہ حق ہر گز نہیں ہے کہ خدا کی زمین پر خدا کے قانون کے بجائے اپنے باطل قوانین جاری کرے اور خدا کے بندوں کو غیر از خدا کسی کا بندہ بنائے۔ {اس فتنے کے قرعے کے لیے ہر ممکن کوشش کی جائے }

اور یہ جو فرمایا کہ اگر وہ باز آ جائیں، تو ”ظالموں کے سوا کسی پر دست درازی روانہ نہیں“، تو اس سے یہ اشارہ ہکتا ہے کہ جب نظام باطل کی جگہ نظام حق قائم ہو جائے، تو عام لوگوں کو تو معاف کر دیا جائے گا، لیکن ایسے لوگوں کو سزا دینے میں اہل حق بالکل حق بجانب ہوں گے، جنہوں نے اپنے دور اقتدار میں نظام حق کا راستہ روکنے کے لیے ظلم و ستم کی حد کر دی ہو، چنانچہ جنگ بدر کے قیدیوں میں سے عقبہ بن ابی معیط اور نظر بن حارث کا قتل اور فتح مکہ کے بعد نبی گاے ۱۷ آدمیوں کو خون عام سے مستثنی فرمانا اور پھر ان میں سے چار کو سزاۓ موت دینا اسی اجازت پر مبنی تھا۔